انتخاب

علامه اقبال رح سے ایک گفتگو

وطن دوستی اور اسلام

مولانا عبد المجید سالک مرحوم و مغفور

ایک دن میں نے علامه اقبال سے سوال کیا - که آپ تو قومیت و وطنیت کے سیاسی تصور کو اسلام کے خلاف سمجھتے ھیں - پھر مصطفیٰ کمال کی تعریف کیوں کرتے ھیں جس نے دنیائے اسلام میں سب سے پہلے مغربی انداز کی قومیت پرستی کی بنیاد رکھی اور غیر ترک قوموں سے اپنا دامن چھڑا کر اپنی نئی جمہوریه کو صرف ترکوں کے لئے مخصوص کر دیا - فرمانے لگے که میں جو کچھ بیان کرتا ھوں وہ اسلام کا مثالی و عینی تصور ھے جس تک پہنچنے کے لئے ھمیں بعض مرحلوں میں سے گزرنا ھوگا اگر زمانه٘ حاضر میں نیشنلزم ھی حصول قوت کا ذریعه ھے - تو مسلمان قوموں کو اسے اختیار کر لینا چاھئیے - کیونکه اس مادی دنیا میں حصول قوت ھر قوم کا نصب العین ھے اور اس کے بغیر زندگی ممکن نہیں- میرے نزدیک اس میں مضائقه نہیں که افغانی - ایرانی- عراقی - شامی - حجازی - مصری - عرب اور ترک اپنی اپنی حدود کے اندر اپنی اپنی قوم کو طاقتور بنانے میں مصروف ھو جائیں - میں نے گذارش کی تو اس کا نتیجه یہی ھوگا که جس طرح یورپ کی قومیں الگ الگ طاقت حاصل کرنے کے بعد ایک دوسری کو پھاڑ کھانے میں مصروف ھیں - اسی طرح مسلمان قومیں بھی جب قوت حاصل کر لیں گی تو انہی کے نقش قدم پر چلیں گی کیونکه اس جغرافیائی قومیت سے عصبیت اور خونخواری کے سوا دنیا کو کچھ حاصل نہیں ھوتا ، فرمانے لگے - یه صحیح ھے اسی لئے تو میں بار بار اخوت اسلامی اور اتحاد عالم اسلام پر زور دیتا رھتا ھوں- اور میرے نزدیک مصطفیٰ کمال سے بھی یه مقصد پوشیدہ نہیں - چنانچه انہوں نے میثاق سعد آباد سے اس

اتحاد کا آغاز بھی کر دیا ہے اگرچہ ابھی یہ میثاق بالکل ابتدائی حیثیت رکھتا ہے لیکن آگے چل کر اسلامی ملکوں کے درمیان جارحانہ و مدافعانہ معاہدے کی صورت اختیار کر سکتا ہے - اس کے علاوہ دنیائے اسلام کے علماء - شعرا - ادبا اور صحافیوں کا فرض ہے کہ اپنی اپنی قوم اور اپنے اپنے جغرافیائی مسکن و موطن کی تقویت کے ساتھ ھی ساتھ یہ نصب العین مسلسل و متواتر مسلمان کے سامنے پیش کرتے رھیں - کہ اسلام ایک وحدت ہے - اور اس کے اجزا کو ہر حال میں متحد رھنا ہے - ورنہ وہ وحدت کثرت میں بدل جائے گی - اور اسلام کا مقصد (یعنی توحید نوع انسانی) فوت ھو جائے گا - عیسائی قوموں کے سامنے ایسا کوئی نصب العین نہیں تھا لہذا وہ دینی اخوت کے تصور پر قائم نہ رہ سکیں مسلمان قوموں کے سامنے ایک خدا ، ایک رسول، ایک دین ، ایک کعبہ اور اخوت اسلامی کا روشن نصب العین موجود ہے اگر انہوں نے اس نصب العین کو ترک نہ کیا تو مسلمان قومیں حصول قوت کے بعد بھی ایک دوسرے کی دشمن نہ بنیں گی - اور یورپ کی فتنہ انگیز اور فساد آموز قومیت پرستی کی تقلید کا شکار نہ ھوں گی -

میں نے دوسرا سوال کیا- کہ آپ مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی تو اتحاد، ترقی اور سر بلندی کی تعلیم دیتے ھیں لیکن ھندوستان کے مسلمانوں کو حب وطن کی تلقین نہیں فرماتے آپ کا کلام اس موضوع سے بالکل خالی ہے-یہ سن کر مسکرائے - اور کہنے لگے کہ وطن اس خطہ ارضی کو کہتے ھیں جس میں کوئی قوم اپنے دین - اپنی ثقافت - اپنے ادب اور اپنی معاشرت کی حفاظت و ترقی پر پوری طرح قادر ھو جب ھندوستان کے مسلمان اپنا وطن پیدا کر لیں گے تو ان پر بھی حب وطن اسی طرح فرض و واجب ھوگی جس طرح دوسری قوموں پر ہے اور تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے ان مسلمان قوموں کو جن کے وطن موجود ھیں قومیت کے نام پر بھی ابھارنے کی کوشش کی ہے ، ”او غافل افغان،، اور امیر امان اللہ کے نام پیغام سے یہ ظاھر ہے - اس کے علاوہ میں نے قوم ترک کو ترک کی حیثیت سے غیرت دلائی ہے - جب مسلمانان ھند اپنا وطن پیدا کر لیں گے تو اسی اپیل کے وہ بھی مخاطب ھوں گے -

اس گفتگو کی کیفیت بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ جو نوجوان ،

اقبال کے کلام کو پڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں وطن کا کوئی تصور ہی نہیں - اور پاکستان سے کامل وابستگی اسلام کے کسی اصول کے خلاف ہے وہ متنبہ ہو جائیں۔ اور اقبال کے کلام کو اس گفتگو کی روشنی میں پڑھیں - اقبال ایک طرف تو ترکوں کے ایک قبیلے کی عظمت کا ذکر کر کے دوسرے قبیلے کو غیرت دلاتے ہیں - کہ تم کو کیا ہو گیا ہے -

درفش عظمت عثمانیاں دوبارہ بلند
بحیرتم کہ بہ تیموریاں چہ افتاد است

اور پھر ہندوستان کے پائے تخت کا ذکر کس انداز سے کرتے ہیں کہ

ہزار مرتبہ کابل فزوں تر ز دھلی است
کہ ایں عجوزہ عروس ہزار داماد است

وہ امان اللہ خان سے کہتے ہیں کہ ”کوش در تہذیب افغان غیور“ حالانکہ قاعدے کے اعتبار سے انہیں یہ کہنا چاہیئے تھا - کہ مسلمان کی تہذیب کے لئے کوشش کرو - لیکن اقبال کی حقیقت نگری کا تقاضا یہی تھا کہ وہ ہر مسلم قوم کے زعیموں کو اسی مسلم قوم کی خدمت اور تقویت کی تلقین کرے کریں - کیا اس سے یہ نتیجہ واضح طور پر نہیں نکلتا کہ اگر اقبال قیام پاکستان کے وقت زندہ ہوتے تو حب وطن - خدمت وطن اور غیرت وطن کی تلقین سب سے بڑے علم بردار ہوتے ؟ اور مسلمانوں کو اپنے وطن سے کامل طور پر وابستہ رہنے اور اس کی قوت میں اضافہ کرنے کی نصیحت شب و روز فرماتے ؟

اقبال نے جس پاکستان کا تصور ہم کو دیا - وہ یہ تھا کہ ایک ایسا ملک جس میں مسلمان سر بلندی اور آبرو مندی کی زندگی بسر کریں - اپنے دین اپنی ثقافت کو چار چاند لگائیں - اپنی مادی قوت کو اتنا بڑھائیں کہ دنیا ان کی عزت کرنے پر مجبور ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی وہ اخوت اسلامی اور اتحاد عالم اسلام کے بھی نقیب و علم بردار رہیں - جس کی تعلیم و تلقین سے اقبال کا کلام ابتدا سے انتہا تک معمور ہے - پاکستان کے نوجوانوں کو چاہیئے کہ اس تصور کو عملی صورت دینے میں شبانہ روز مصروف رہیں -

— ۲ —

روایت احادیث میں صحابہ رض کا اختلاف

امام ابو الحسن اشعری کے مذہب کو ہم وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور ہماری رائے میں وہ صحابہ کے مذہب کے مطابق ہے، اور اسی کا تمثل ہے۔ اس کا مسلک ارادۂ متجددہ کی فرع اور اس کے ماتحت ہے۔ اس کے علم و معرفت کا دار و مدار اسی پر ہے۔ یہ اصول اس کے پیش نظر رہتا ہے کہ ہر ایک غیر ضروری تفصیل کو نظر انداز کیا جائے۔ اگر تم کو صحابہ کے مذہب پر عبور حاصل ہے۔ تو تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ امام موصوف کا مذہب در حقیقت اس کے مطابق ہے۔

اعمال کے متعلق ہمارا نظریہ یہ ہے کہ احادیث کی چھان بین کی جائے۔ اور تفقہ اور درایت کے ساتھ ان کے مطابق اپنے اعمال کو درست کیا جائے۔ حکیم ربانی کے نزدیک قیاسات میں سے صرف وہی مقبول ہے۔ جو قیاس جلی ہو یا وہ قیاس خفی جس کی بنا مصلحت عامہ پر ہو۔ جو لوگ اتباع رائے میں تعمق کرتے ہیں، وہ قطعاً اہل سنت نہیں۔

صحابہ سے جو اختلاف احادیث کی روایت کرنے میں واقع ہوا ہے، اس کے کئی اسباب ہیں:-

ایک تو یہ کہ وہ اکثر روایت بالمعنی کرتے ہیں۔ دوسرے ایک راوی کسی عبارت یا کسی فقرے کو حدیث میں سے حذف کر دیتا بر خلاف اس کے دوسرا راوی اسے بیان کر دیتا۔ تیسرے ایک راوی کو کچھ وہم سا ہو جاتا تھا، اور اس لئے اس کی تعبیر دوسرے راویوں سے مختلف ہوتی تھی۔ چوتھے بعض اوقات نسیان کی وجہ سے اختلاف ہو جاتا اور ایک لفظ دوسرے سے بدل جاتا۔

آیات کی شان نزول میں اس لئے اختلاف پیدا ہوا کہ بسا اوقات جب صحابہ کرام کسی آیت کی تفسیر کرنے لگتے تو اس کا مصداق واضح کرنے کے لئے

کوئی قصہ بطور مثال بیان کرتے یا کوئی ایسا واقعہ سناتے ، جو عہد نبوت میں واقع ہوا ہوتا۔ اور اس آیت میں جو حکم کلی تھا اس کی جزئیات میں سے ہوتا ۔ یہ سن کر راوی خیال کرتا کہ آیت کے نزول کا سبب بعینہ وہ قصہ یا واقعہ ہے ، اور اسی کے بارے میں یہ آیت یا آیات نازل ہوئیں ۔ وقت نزول میں اختلاف پیدا ہونے کا باعث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی واقعہ کے پیش آنے پر کلام مجید کی کسی آیت یا آیات سے استشہاد فرماتے یا اس واقعہ کا حکم اس آیت یا آیات سے استنباط فرماتے اس سے راوی کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اسی واقعہ کے لئے یہ آیت یا آیات نازل ہوئی ہیں ۔

احکام شرعیہ کے متعلق جو اختلاف صحابہ میں پیدا ہوا ، اس کا باعث یہ ہے کہ آپ کی سنتیں مختلف ہیں۔ کسی نے ایک پر عمل کیا' کسی نے دوسری سنت کی پیروی کی ۔ یا یہ کہ دو صحابیوں نے بیک وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی عمل کرتے دیکھا ۔ یا آپ کی حدیث سنی ۔ لیکن ایک نے اس کی ایک طرح پر توجیہ کی ، دوسرے نے اس کو کسی اور علت یا جہت پر محمول کیا۔ وقت اور جگہ اور آراء مختلفہ کی بنا پر اکثر مصالح میں اختلاف ہو جاتا ہے ۔ اس لئے ایک ہی سوال کے دو مختلف جواب ہو سکتے ہیں ۔ راوی اکثر اس بات کو نظر انداز کر دیا کرتے تھے ۔ صحابہ کا درجہ کمال بھی مختلف ہے کوئی خلیفہ ہونے کی استعداد رکھتا ہے۔ کوئی فقیہہ اور کوئی اس سے فقیہہ تر ہے ۔ صحابہ ہی کا اختلاف بعد کے لوگوں کے لئے اختلاف کا موجب ہوا ۔

اس بات کو خاص طور پر یاد رکھو کہ ایمان کی اصل یہ ہے کہ آدمی کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرماں بردار ہو ۔ اس لئے کسی نہ کسی شکل میں حکمت ، عصمت اور وجاہت اس کا اقتضائے ذاتی ہے۔ اگرچہ یہ عالم مادی ان صفات کے کماحقہ' ظہور میں آنے سے مانع ہے اسی طرح کفر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی ظاہر اور باطن میں اللہ کے حکموں سے رو گردان ہو ۔ اس لئے اس کا ذاتی اقتضا یہ ہے کہ وہ ان اوصاف کے اضداد سے موصوف ہو ۔

(اردو ترجمہ از " خیر کثیر " مصنفہ شاہ ولی اللہ)